
AKHBAR
OUDH PUNCH
LUCKNOW
VOLUME
ہفتہ وار باتصویر
TO BE DICTATED TO
TO DICTATE UNTO OTHERS

جلد ۹ نمبر ۳۸

مضامین غیر

یکشنبہ ۵ اکتوبر ۱۹۲۳ء

تقابل نمبر ۳

نظم پیمانہ

(شعر شاعر)

شور نغمہ گری

نوید ختم اسیری ہے شور مرغ قفس
رگ گلو میں ورد آیا غم شکستہ پری

کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ کس کو ڈرتے ہو
کہاں کہاں نہ ہوئی شاخ گل کی بے اثری

ہجوم اہل ہنر آ رہا ہے نغمہ بدوش
ادھر بھی دیکھنا اے محو حسن رہگزری

عبث ہے خوف خزاں لے دل بحال نشیں
بہار زیست ہے نخل امل کی بے ثمری

درازی شب غم ہو گیا غبار اس کا
کچھ اور کام تو آیا نہ نالۂ سحری

شب سواد ستم ہو گئی ہے روز سیاہ
کہاں تک اے اثر آہ اپنی پردہ دری

صدائے ماتم جیسا یک وہ سنتے ہیں
نشاط بزم ہے قولو کا شور نغمہ گری

فضائے شور تجمل ہے یہ ہجوم سکوت
بپا ہے گوشۂ خلوت میں جنگ دیدہ وری

میسر آئے گی چشم التفات ان کی
نگاہ لطف ہے نا آشنائے دیدہ وری

تپش خورجوی

نظم ظریفانہ

(سحر ساحر)

زور نغمہ گری

سُن اے اسیر قفس قفقس ترانۂ شوق
گھسا ہے مرغ سویا میں خس فال پھکی

ہر ایک پوچھ رہا ہے کہ کس پہ ہنستے ہو
بتائیں کیا تپش شعلہ گلشن تو جائے نری

ہجوم یاس کے ہمراہ آ رہی ہے برات
کو خیال سے وحشت کی اک بچھائے دری

فضول خواہش فصل بہار بے ہنگام
خزاں ہرگ ہے نخل وجود نغمہ گری

تصور وصحبت یاراں بادہ پیما
وہ مرغ روح رواں کا ترانۂ سحری

سحر کا خندۂ گلزار نرم صدا ایں
کہیں ہے سبزۂ سطح گیاہ نرم ہری

کہیں فرشتۂ معصوم نغمہ زن لب کوہ
کہیں ہے چشمۂ ریگ رواں کے لب پہ تری

کہیں ہے شور تجمل سے ابر میں گڑ گڑ
تپش سے برق جہندہ کا قول ہائے ری

خوشا کہ موسم گل سے نیا شگوفہ کھلا
ادیب ہو گئے پاگل ز فرط بے خبری

تپش خورجوی

لطائف

(۱)

خفت

ایک یورپین نوجوان میم صاحب مارے نزاکت کے ہائی کورٹ کے قریب دھکا کھا گئیں اگر پڑیں اور کھسیانی تو نہ ہوئیں مگر اتفاقاً عاشق صاحب سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

میم صاحب۔ پیارے منٹو نہیں میں اپنی انگوٹھی ڈھونڈھ رہی تھی۔

عاشق۔ انگوٹھی تو کل سے میری جیب میں ہے۔ انگوٹھی کی تلاش میں گرنا تھا تو میری جیب میں گرتی ہوتیں۔

(۲)

بے جوڑ شادی

دولھن سا ٹھ برس کی دولھا کم سن نوجوان کچھ زر علیہ السلام کی طمع کچھ دوستوں کے دباؤ نے شادی کروا دی۔ مگر گیرے دولھا پر دولھن عاشق تھی اور ہر وقت نگاہوں میں رکھتی تھی کہ شاید کوئی جھٹکا نہ دے۔ نکاح کے بعد دولھن گرجے سے نکل کے کشتی میں سوار ہو چکی۔ دولھا میاں سواری کا صیغہ پڑھ رہے تھے کہ لب دریا پاؤں پھسلا اور دریا کی موجیں سانپوں کی طرح چوٹی کھیلنے لگیں

دولھن۔ ارے میرے پیارے کو بچاؤ۔ خدا کے لیے مدد کرو۔

دولھن کے پدر بزرگوار۔ نہ گھبراؤ وہ اچھا پیراک ہے

دولھن۔ ہاں ہاں یہ میں بھی جانتی ہوں مگر ڈر یہ ہے کہ اسکو اتنی جلدی بھاگ جانے کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔

(۳)

اوں ہوں سبحان اللہ

ایک صاحب مسجد میں بعد نماز وظیفہ پڑھ رہے تھے دفعتہً کہنے لگے "اوں ہوں سبحان اللہ" نمازیوں نے حیرت کے ساتھ ان کی صورت دیکھی۔ حضرت کہنے لگے تسبیح میں ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہنا چاہیے میں بھولے سے چالیس دفعہ کہہ گیا اب سات مرتبہ کی نفی کر رہا ہوں تاکہ تسبیح کی ترکیب غلط نہ ہو جائے۔

(۴)

دریا بن جاؤ

دوست۔ مگر تم کب تک سیاحت کرتے رہو گے۔ بھائی کچھ دن تو گھر میں ٹکو۔

سیاح۔ دوست جیسا کسی مقرر نے کہا ہے بہتا پانی ہمیشہ صاف رہتا ہے تو بڑ نے لگتی ہے۔

دوست۔ تو پھر تمہیں چاہیے کہ دریا بن جاؤ تاکہ بہتے بھی رہو اور ہم لوگ بھی فائدہ اٹھائیں۔

(۵)

سچی شہادت

ایک قاضی صاحب لوگوں کا مال ضمانت کی قیمت میں چٹ کر جاتے تھے، اتفاق سے کوئی مسافر تازہ وارد نہایت عمدہ جانور پر سوار چلا جا رہا تھا۔ آپ نے اپنے رفقائے خاص میں سے ایک شخص کو ابھارا اور کہا تم اس جانور کی ملکیت کا دعوے کرو۔ تو میں تمہارے حق میں فیصلہ کر دوں۔ "غریب الوطن تمہارے مقابلہ پر گواہ کہاں سے لائے گا"

رفیق نے سوار مسافر کو روکا اور کہا یہ گھوڑی تم کہاں سے لائے یہ تو چوری کا مال ہے سیکڑوں گواہ موجود ہیں۔

مسافر۔ بھائی صاحب یہ گھوڑی مجھ غریب کی ہے" غرض گواہیاں گزریں اور قاضی نے مسافر سے کہا کہ یا تو گھوڑی ان کے حوالہ کرو یا جواب شافی دو۔ مسافر نے زین پوش اتار کے کہا۔

"خداوند نیچے جھک کے دیکھیے گواہان عادل ظاہر ہیں کہ یہ گھوڑا ہے اور میرا ہے"

گردش پیمانہ

نمبر (۳)

کہیں کے مخصوص انداز گفتگو یا خیالات کا نقل کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ نہ یہی واجب ہے کہ عورتوں کی زبان جہاں کہیں نقل کی جائے وہ ٹھیک لکھنؤ کے محل خانوں کی زبان ہو لیکن فن بلاغت کے قواعد میں مجکاوری (الفاظ غریبہ) الفاظ کا ترک ٹھیک عقلی ضوابط کے موافق ہے جیسی تھرلی زبان "عمرانہ"۔ "قطرات خون" یا "نوشابہ" کے فقروں میں استعمال کی گئی ہے وہ کہیں بھی مروج نہیں جو شخص یہ کہے کہ "عمرانہ" میں عربی نژاد عورت کی گفتگو یا خیال کا نمونہ پیش کیا گیا ہے وہ غلطی پر ہے۔ یہ نہ عربی طرز ہے نہ انگریزی ہے نہ فارسی جو ہندی ہے۔ اسلیے کہ نقل بعینہ کا فائدہ ہی کیا ہوگا اگر بات سمجھ میں نہ آئے وہ وقت بہت دور ہے (خدا نہ لائے) جب ہمارے یہاں کی عورتیں ایسی بول چال اختیار کر لیں گی اور ہم اسے سن کے کان نہ کھڑے کریں گے۔

آپ کو دلشاد زری دیکھیے گا "عمرانہ" یعنی وہی مسیح دہقانی دوشیزہ بعد سبز و شاداب گنج میں سستی چشم کا نقاب ڈالے محو خواب ہے یا پانچکیہ دشتبانی کی پھیری بجا رہی ہے اور اسکی سہیلیاں کس زبان میں بات چیت کر رہی ہیں۔

غزالہ۔ اس سیب کی قسم جو ارغواں تر ہے ......

فطرت لغو ہے اگر اس سے آج کوئی شخص محبت نہ کرنے لگے۔

سبا بہ۔ ...... میری سیاہ چشم ارتعاش برسانے والی غزالہ تیرے اس گلاب کی قسم جو کل صبح تیرے باغ میں کھلے گا۔

...... وقت زیادتی میں ڈوب گیا ہے

جو فقرات نقل تو نہیں کیے افسانہ نگار نے خود کہانی کا سلسلہ قائم رکھنے کے لیے تحریر فرماتے ہیں ہم ان کی نسبت ابتدا میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں لہذا ان مکروہات پر صبر کیجیے صرف زبانی بول چال دیکھیے۔

ہم حضرت مضمون نگار کی بلیغ الملائیت کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ عربی میں سیب کے لیے ارغوان تر ہونے کا کہیں ذکر نہیں نہ ارغواں تر کے ہم معنی کوئی لفظ ہے۔ نہ فطرت پر لغویت کا اعتراض کبھی وہاں کی تحریر و تقریر میں کہیں موجود ہے۔ ارتعاش کے واسطے برسنے کی خاصیت بھی بالکل نئی اور مصنف کی ایجاد کردہ ہے۔ اُن کا وقت کبھی زیادتی میں ڈوبتا اور غوطہ نہیں کھاتا ہے ہرگز کسی صحیح الدماغ کے منھ سے نکلے ہوئے فقرے نہیں ہیں اگر ہیں تو یقیناً اس کاروان حسن میں سب کی سب خبطیں اور دیوانیاں جمع تھیں جنکو بات کرنے کا سلیقہ نہ تھا۔ مصنف نے عربی عورتوں کی طرف سے بدگمانی پیدا کر دی ہے اگر وہ سن لیں تو خدا جانے کتنے بے بہا ارتعاش برسانے لگیں۔ عربوں کو ہمیشہ سے اپنی زبان پر ناز ہے۔ وہ فارسیوں کو اپنے گونگا (عجم) کہتے ہیں کہ فارسی بھی اپنی شیریں بیانی پر عرب کے مقابلہ میں ناز کرتے تھے۔

کتابیں دیکھیے تو معلوم ہو کہ متقدمین شعرائے عرب ایک لفظ کو دوسروں نے کتنی آزادی سے جانچا ہے اور کیسی معرکہ آرا بحثیں ہوئی ہیں تو آپ اسی قوم کی طرف ایسے لغویات منسوب کرتے ہیں۔ یہ تحریر حضرت شریف کی خدمت میں پیش کر دی جائے تو میں سچ کہتا ہوں کہ طاقت کی تباہی سے زیادہ وہ اسکو دیکھ کے رنجیدہ ہوں۔ اور عجب نہیں کہ گھڑی چھینک کے کاٹنے کو دوڑیں۔ اب تو عورتوں کا ذکر بھی کیا مناسب ہے کہ گئے ہاتھوں پیمانہ میں دنائی قلمکاری کے جو نمونہ عنوان نسائیات پیش کیے گئے ہیں انکی کیفیت بھی دکھا دی جائے (صفحہ ۶۴) جھولے میں کے عنوان سے ایک نثر ہے بلقیس جمال صاحبہ فرماتی ہیں:۔

"برسات کی سرد ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکوں کے ساتھ جھولے میں لہرانے والی حسینہ ریشم کی سبز ڈوریاں نرم انگلیوں سے پکڑتے ہوئے ہتھیلیوں پر زور دے کر اس طرح جھولا کہ میرے گلزار دل کے تمام غنچہ ہائے زخم مسکرا اٹھیں"

اس جملے میں صرف اتنی نسائیت ہے "سرد ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے" یعنی شب لیلۃ القدر کی رات کی نائٹ باقی جملہ قابل اعتنا نہیں، ایک نوبیان ہے جو جھولے کے دوران سر نے پیدا کر دیا ہے دوسرا جملہ سنیے:۔

"چھتنار اور سربلند درخت کی ڈالیوں کو اپنے بے ساختہ جھونکوں کی تحریک سے لچکا دینے والی نامور! آسمانی ساری کے آنچل کو فضائے ہوا میں اڑاتے ہوئے نازک جسم کو ترچھا کر کے اس طرح سرسراتی ہوئی گزر کہ عنبریں زلفوں کی مشکبار لٹیں اُڑ اُڑ کر رخساروں پر لہراتے ہوئے میرے طائر دل کو دام بلا میں پھڑ پھڑا دیں"

چھتنار سے نامور تک جو تمہید خطاب و القاب و آداب کی عبارت ہے اگر اسطرح کوئی شخص کسی کو مخاطب کرے تو یقین رکھیے کہ سننے والے کو دق کی بیماری ہو جائے۔ مثلاً ایک عورت اپنے شوہر سے کہے:۔

"اے میرے چھلے ہوئے بچے کو جی اور ہیا کھلا کے

بجلانے سلانے اور میری آغوش تمنا میں آغوش کرنے والے کے وارد تخیل!

تو کیا وہ اس عنوان تخاطب کو سے نثر طلوبی کا سبق گھر کو مکتب اور بی بی کو استانی نہ سمجھے گا؟ یہ مضمون ۱۲ سطر کا ہے اور پانچ سطروں کے قریب صرف تمہید تخاطب میں صرف ہوئے ہیں باقیماندہ سات سطریں اس مجھو جھولنے والی سے فرمائشوں میں خرچ ہو گئی ہیں۔ فرمائشیں عجیب و غریب ہیں۔ ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بلقیس جمال صاحب تو خیر مگر اس پردے میں ایڈیٹر صاحب نے اپنے زور قلم کے نسوانی پینترے دکھائے ہیں۔ عبارت کا طرز ہو بہو وہی ہے جو "برسات کی چاندنی" میں ہے۔ بایں ہمہ کہ خاموش فضا کو اپنی معصوم موسیقی سے مترنم کر دینے والی سحر نواز مغنیہ جیسی تخیل کے قلم سے جاری ہو سکتا ہے جو یہ کہے:

برسات کی چاندنی وہ دوشیزۂ بہار ہے جس کا دل روشن خیالات اور رقیق جذبات کی دنیا ہے جب رات کی فطری رومانیت دل میں ہیجان پیدا کرتی ہے ....

.... تو وہ بھیگے ہوئے سبزہ زار سے ایک ہاتھ پر زور دیتی ہوئی ایک جذبۂ مست و منچلی لیے ہوئے اٹھتی ہے اور نہ معلوم کیوں صحن باغ کو موتیا کے پھولوں سے لبریز کر دیتی ہے آخر پھولوں کی چادر اوڑھے ہوئے پھر تھک کر سبزہ پر گر پڑتی ہے۔ (ایڈیٹر)

اگر ایسا ہوتا تو شاید یہ مضمون نسائیات کے تحت میں ہوتا جھولے میں وہ سہیلیاں جھولا، ایڈیٹر صاحب کے ہاتھ میں قلم ہے وہ دونوں خاموش فضا کو اپنی معصوم موسیقی سے مترنم کرنے پر مائل ہیں اور حضرت نے دوشیزۂ بہار کو آئی نجا کی طرح ایک ہاتھ پر زور دے دیتے دکھنے اور ایک جذبۂ مست و منچلے لیے ہوئے اٹھنے اور پھر گر پڑنے کی تعلیم دی ہے۔ بجائے پیمانہ کے اس رسالہ کا نام "دوشیزستان" ہوتا تو اچھا تھا۔ "دوشیزستان" بھی کونسا؟ جسکی ساری بستی ایک ہی مدرسہ میں کچھ مستی کا سبق پڑھتی ہے



دہلی کی مصالحتی کانفرنس
گانگے اور ناچ کے دانوں کو بجھایا میں نے
اصل جھگڑا جو ہوا اسکو دبایا میں نے

ایک ہی قسم کے مستانہ جوش پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک کی درخواست یہ ہے کہ مجھے مست کر دے" مجھے دیوانہ بنا دے یا مجھے جھولا جھلا دے۔ یہ درخواستیں کبھی جھولے میں ساتھ جھولنے والی سہیلی کی جاتی ہیں کبھی "خالہ" سے۔ سب کی زبان ایک ہے خیالات ایک ہیں، انداز گفتگو و طرز تحریر ایک ہے۔ یہاں تک کہ الفاظ و محاورات بھی ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ پیمانہ کی لفظی رعایت مستی و بیخودی کی خواستگار ضرور ہے مگر از روئے اخلاق ایک صاحب حیا کو خود ایڈیٹر صاحب اور دیگر مضمون طراز حضرات سے یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ کیا ایک عصمت مآب دوشیزہ کو ایسا ہی ہونا چاہیے؟ اگر پڑھی لکھی شریف زادیوں تک آپ کا پرچہ پہونچا تو کیا وہ گوارا کریں گی کہ انکی اولاد کے دماغ میں اسی قسم کے فضول اور فحش خیالات جمع ہوں؟

جھولے اور شراب - قطرات خون اور خونابہ کے خطوط دیکھنے کے لیے۔ کیا ان کا شباب اور غذا کا چہرہ کیا ہوا نفسانی جوش پینے پھرنے بولنے چالنے عاشق ڈھونڈھنے پر مائل نہ ہوگا؟ بعض ناواقف ناشناس معزز اشخاص یہ خیال کرتے ہیں کہ بعض الفاظ بازاری یا عامیانہ اور فحش ہوتے ہیں۔ مطلب بازاری نہیں ہوتے۔ اس زعم باطل میں وہ تکبیر بند کرتے اور اپنی فحش خیالی کو اچھے الفاظ کا لباس پہنا اوڑھا کے ٹھیک اسی طرح گھر گھر پھیلا دیتے ہیں

جیسے کوئی خنا و بازاری رنڈی گنہ کی اوس سیاہ کو جو وزیر کے ہونٹ میں چھپاتی ہے اور مجھے جانے کو لبھاتی ہو کسی کے منہ سے کوئی بھی کوتاہ کی جھلک پڑھاتے ہیں جینک کے اس سے میں حسب کا تعین وجہ پیدا ہو جاتا ہے گال آتش ہو جاتے ہیں منحنے نار کی ہو کر کشتی بن جاتے ہیں لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ آزاد ذات کی غرض کیا ہے یہی کہ کوئی بھولا مطلب ہے کہ ہم کسی کا دماغ جیسے الفاظ پر ہوتے ہیں نہ ٹھیک وہی اس کا مفہوم ٹھیک بھی ہوتا ہے اور یہ بھی ہو آپس باپ بیٹے کو گالیاں دیتے گئے بری بات سے روکنی ہے وہ ٹھیک یہ اخلاقی و مذہبی کا مرتکب ہوتا ہے لیکن اسکی غرض و غایت نیک ہوتی ہے ہم برا ہم نشین حمرہ الفاظ میں اپنے ملاقاتی کو بزدلی کی طرف لیجاتا ہے وہ خطا مرتکب خلق ہے مگر اظہار ہے اور حد درجہ برا ہے ہمارے نزدیک باپ اگر ہیں گھر نشے ہو کے گالیاں بکتے رہے کسی شریف عورت کو اتنا نقصان نہیں پہونچا سکتے جتنا کہ خطرات خوں داد مضمون اور ناشاب کے خطرات یا دوسٹیرہ کی بہار کے انیس و جلیس یا حسین عمر کی تنگی چھاتی کے معصد یا ا شباب کی اوڑھ بچھا کر سے اور آنچل کے اوس اپنی آغوش تمنا میں کہنے والے سے اپنی آشفتہ سامانی اور دل کی بیاد دکھا کے بہلانے والے۔ یا وہ عورتیں جو اپنے ناز نیاز اور بے باکانہ مضامین کے ذریعہ سے بن بیاہیوں کنواریوں کو شب تاریک و موسم برشگال میں بستر غم پر تنہا کروٹیں لینا اور نہایت بیدردگی کے ساتھ آہ وہ کرنا سکھاتی ہیں خطرات خوں وغیرہ کی مختصر عبارتیں اور شبدہ کی شرح ملاحظہ طلب ہے۔ یہاں ہم محاورات و انشا کی خرابیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں اسکا رونا کہاں تک روئیں۔

متن :- اسوقت سے کہ آفتاب شباب کی اولیں شعاع منور نے میرے قلب کو جذبات رنگین سے معمور کر دیا۔

شرح :- شباب کا ابتدائی دور شروع ہو جاتا ہے جذبات بد شباب کے جنجوں پیدا ہوتے ہیں دل میں پیدا ہو کے بھر گئے۔ سے

الجھا جو تمہیں پاچین میں بکھرا ہو مجھ پر نہ کو
اب یاد تمہیں ہو اب ہمیں بند کی مجھ کو
ڈالا کہیں چہرے پہ نگہ شوخ سے ہوں آڑ کو
اچھیں ہو کہیں پا نگہ کہیں بگڑ کہیں کھولی

دل کے دورے مدد کی بجائے داخل کر دیا گیا

متن :- اس وقت سے میرے دور مرزم کیف حال اپنے کو مائی جس سے بجلی زدہ مصد نمو تمنا بنا رہا میری روح ایک غیر معلوم فرد یک بے نام ہستی کی تلاش و جستجو میں سرگرداں و آوارہ تھی۔

شرح :- یعنے آپ منہ میں خلل پڑنے کے دن آ گئے روح کی آوارگی نے ہاتھ پاؤں نکالے۔ کوئی منظور نظر نہ تھا مگر دل بے جانے پہچانے شخص کو اسی طرح ڈھونڈ ھ رہا تھا جیسے سنجرہی کی انعام کو۔

متن :- میرے دور جوانی ہر وقت ایک انتظار کی کیفیت طاری رہتی تھی۔

شرح :- لذت بری ہستی۔

متن :- یہ غیر شعوری حسرت پر لحمہ اپنے تئیں یہ رہتی تھی کہ وہ کوئی آئے گا اور انتظار کی ظلمت و کسل کو آن واحد میں معدوم کر دے گا۔ ایک عرصہ اسی حالت میں گزر گیا۔ مگر میری تمنا ہمیشہ کامرانی نہ ہوئی۔

شرح :- دل کی حسرت دل ہی میں رہی پہلو خالی رہا۔ راتیں بیمار ہو گئیں۔ دیدے دروازے کو سوراخ سینے خلش بڑھتی گئی۔ انتظار کی ناگن اشتیاق کے سانپ لہرائے۔

متن :- رفتہ رفتہ میں امید کے اس آخری نقطہ پہونچ گئی جہاں سے ایک شدید دوال شکن صدمہ کے ابد تاامیدی کی تاریک حد دو شروع ہوتی ہیں۔

شرح :- عزیزوں اور مربیوں کی بے پروائی حد مزے اڑا رہے تھے ہیں جو کی شادی نہیں کرتے۔

متن :- .... وہ کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اس آرزو مند کی افراط انبساط اور فراوانی فرح کا جو ایسی حالت میں کہ اسکی امید عالم مکرات حد درجہ کی اس حالت تک پہنچ ہو جاتا ہے کہ اس کا اران پامراد ہو جائے۔

شرح :- شگوفہ پھول کھلے ہونگے۔ خاطر پانی پی۔ خدا جانے عزیزوں کے تصدق میں یا خود اپنی کوشش سے۔

متن :- میں نے تمہیں دیکھا اور میری روح نے ایک مسعود بجلی کے ساتھ تمہیں پہچان لیا۔ آہ میں نے اپنے مقصود و منصور اپنے مقصود انتظار کو مری صورت میں دیکھ لیا۔ یا لیا میں اوسے مسرت سے معمور ہو گئی تھی۔ مگر صبر سے جان کا اور تجاوز اور تقاضا ہاں اسی سبب کا منتظر تھا۔

شرح :- یعنے صاحب پہچانتے ہی گھر جانا شروع ہو گئی۔

متن :- لیکن آہ! میرے تمام تمنا و تصور کی کوئی حد نہ رہی جب تم نے میری حالت کو بے انتہا تنفر کے ساتھ دیکھا۔

شرح :- اورے قربان کھوٹ سے ساتھ پڑا۔

ہم افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے خیال میں کوئی ذی فہم اس عبارت سے جو مطلب ہم نے نکالا ہے۔ اسکے علاوہ کوئی دوسرا مطلب نکال نہیں سکتا۔ یہ آرزو ہیں ایک عورت کے دل سے قلم میں دماغ میں تحریرات کا غذ پر جلوہ گر ہو رہیں اب کا غذ پر صاحب حیا کے سامنے ہے خواہ وہ عورت ہو یا مرد۔ سچ بتایئے بازار کی کالی تو عیاں میں فنا ہو جاتی ہے یہ شدید بے حیائی کیا اپنی لفافے تک با غیرت افراد کو آب ندامت میں غرق نہ کرتی رہے گی؟ اودھ پنچ کا فرض سچائی اور نیکو کاری کی تعلیم ہے وہ بد کاری بد خیالی سے روکتا ہے۔ بازاریوں کو ان کی زبان میں نکل کے دینے والی کو تکے لیتے ہیں۔ موم کو ان کے قدر عقل کے موافق خواص کو ان کے مبلغ علم کے مطابق مخلص و مشفق عزیز کو کچھ کہنا آتا نہیں ہے خدا کی شان ہے بعض اخباری مضمون نگار اودھ پنچ کو علانیہ اخلاق کے سبق دینے کا ارادہ رکھتے اور کہتے ہیں کہ اخلاق سے گرے ہوئے مضامین اس میں شائع ہوتے ہیں دیدہ دلیل کفر و الشہد دو افسوس ہے اسیر جیسے غرور سا کا قد کا ترنیا ہے) علاوہ دیگر خرابیوں کے اس قسم کے مضامین ایک بڑی خرابی تو یہ ہے اردو کو



سوداگر صاحب پھر پُرانی دُکان کھولتے ہیں۔ اگرچہ دوکان میں بھیروں ناچ رہا ہے۔

اور لوگوں کی طبیعت میں پیدا کرنے والے ہیں جسکا ظہور عنقریب ہو جائے گا۔ عشق حقیقی کے علاوہ ایک قسم کا عشق وہ بھی ہے جو معنوی غذا کی تخمیر سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کی تعبیر حکما نے ان الفاظ میں کی ہے:۔

النفس اذا لم تشغلها اشغلتک

بیٹے اگر تم اپنے نفس کو اچھی باتوں کی جانب رغبت دلا کے مشغول نہ کرو گے تو پھر وہ اپنی خواہش کے مطابق تمہیں ایسے ڈھرے پر لگائے گا جو اسکی طبیعت کے موافق ہو۔ جوانی میں شہوانی اور حیوانی قوتوں کی حکومت مملکت عقل و جسم پر ہوتی ہے۔ جن بچوں کے سر پر ماں باپ کا سایہ موجود ہے وہ اکثر بے فکر و مطمئن ہوتے ہیں۔ اٹھتی جوانی بے فکری میں تاک جھانک کی طرف مائل کرتی ہے فرض کر لیجیے کہ مضامین ایک اطہر کمسن لڑکی پڑھے تو لامحالہ اسکی روح ایک غیر معلوم فرد ایک بے نام ہستی کی تلاش میں سرگرداں ہو جائے گی۔ ایسے گاڑھے گہرے سنگین تجربے کو دیگر الفاظ میں تو خیر لیکن کسی نہ کسی طرح وہ اپنی تمنا کو ممنون کامرانی بنانے پر ضرور آمادہ ہو جائے گی۔ چنانچہ سلسلۂ تعطل و بیکاری آغاز لا علاج بیماری کا تسلط شروع۔ دل پاک ہے تو کم از کم تعطل و بیکاری یا زیادہ سے زیادہ جو آمرگی پر معاملہ ختم ہو جائے گا۔ ورنہ خیالی تجسس سے عملی تجسس تک نوبت پہونچے گی۔ اے میرے بھائی پھر کیا ہے۔ ٹھنڈی سانس ہے ہائے ہے وائے ہے بروگ ہے جوگ ہے۔ سوز ہے۔ ساز ہے۔ جیلے ہیں بہانے ہیں۔ مردانی تصویروں سے اکیلے میں باتیں کی جاتی ہیں۔ مخرب اخلاق عشقیہ افسانوں کا مطالعہ ہے۔ آئینہ میں انداز دلبری کی مشق ہوتی ہے۔ چڑیوں کی آزادی پر رشک ہوتا ہے۔ ناز اداؤں جیسی اداؤں (زبان نسوانی) کی قسمت سے اپنی قسمت بدلنے کی فکر ہوتی ہے بہانت پر لیس ہونے شوہر بہانے گزرنے کو جی چاہتا ہے۔ پردہ نشین کے جبر نے کا ہر وقت ملال رہتا ہے۔ وہیں جیتا اگتا جہاں عاشق معشوق کا چرچا ہو۔ بڑے بوڑھوں کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے۔ حرافہ چربانک عورتوں کو دیکھا اور طفل دل بہکنے لگا۔ بڑھیا نانی کی صورت دیکھی اور گھن آئی۔ شعر یاد کیے جاتے ہیں۔ مثنویوں کا دورہ روز ہوتا ہے۔ اگر شکنجہ ذری سخت دار ہوا تو خیر صرف بدزبانی تک مجنون عدم مقدار پر معاملہ ٹل گیا ورنہ پنجرے کی تیلیاں توڑیں اور بولتا پپیہا لیتا ترا نام

اپنے پیا کو میں ڈھونڈھن چلیاں

اور ہاں کون نکھٹو رہے سے بزرگوں کی گرم نگاہوں کی سیخ پر کباب ہو۔ بھیجا آلوائے۔ نگوڑا ہر روز کا جلاپے پیچ پی ہزار نعمت کھائی۔ بس بہت اٹھائی اب نہیں اٹھاتے۔ غریب قدسیہ کو دیکھو اپنا مال کیونکر کھتی ہے۔ نوشابہ کی کیا گت بنی شفیق بیگم کی فکر نازک نے آخر کفن سلوایا ؎

تمہارے کشتۂ الفت کی بس اتنی وصیت ہے
کہ بعد مرگ ہاتھوں سے مری تربت اٹھا دینا

یہ صرف مرنا سسکیاں بھرنا جانتی ہیں نہ ہی دنیا طوطا پالنے والی نہیں۔ کرب مستقل کی اسیر تمیں۔ اس قسم کے خیالات پسند کرنے والیاں ہرگز کسی شریف یا کار شخص کا گھر آباد کرنے والی نہیں ہو سکتیں۔ جس گھر میں جائیں گی تباہ شوکا بلکہ تباہ ہوگا۔ بعلاوہ کیوں گوارا کرنے لگیں کہ میاں دم بھر کے لیے جدا ہوں۔ ہائے جدائی۔ اُف! خدایا ہجر! اور کس دل سے گوارا کروں۔ دیکھو پیارے تم نے گھر سے قدم نکالا اور میری جان چڑیا سی پھر ہو جائے گی۔ چوڑی گھٹی ہو رکھی ہے۔ سنکھیا پسی ہوئی تیار ہے۔ ہیرے کی انگوٹھی حلق کے راہ معدے کی کال کوٹھری کا سفر کرنے پر دامن گرداں ہو چکی ہے۔

عورت ذات پہ موقوف نہیں تو خیز نوجوان لڑکے بھی اگر اس گورکھ دھندے میں بمقتضائے خارج اہالی پھنس جائیں تو ان کا بھی یہی حال ہو سیا غیا نول اور مالیوں کی لڑکیاں کیسی یہ تو عشق ہے کنڈے والیوں تک اسکا اثر ہو پہنچ سکتا ہے۔ آدمی سے خون اشتطار (فسانۂ سندرجہ پیانہ صفحہ ۳۹) والا نسیم بن جانا کیا بڑی بات ہے۔ پڑھنا لکھنا نادرد۔ اخلاق تہذیب الفت۔ فرض شناسی غائب غلہ چالبازی دوست بہت موجود۔ معشوقہ بیگم جانی دست بردار بنے ہیں بدلا اور رنگیں کلیوں کی ٹھوکریں کھانے لگی تصویروں کا البم میز پر ہو گا حاجی بغلول کی طرح ریشمی گھوڑی یا بائیسکل کی سواری ہو گی۔ گویا ہو گی اور پہنگ والا صاحب تلاش معشوقہ میں گڑھیا کی کیچڑ چاٹتے ہوں گے۔ حکما نے لکھا ہے کہ عمر کے تمام حصوں سے زائد دیو جال کی ضرورت صرف عنفوان شباب میں ہے۔ اپنے بچوں کی نگرانی گہوارہ میں نہ کرو تو نہ سہی۔ بستر مرگ پہ اپنے والدین کی خدمت میں کوتاہی کرو تو چنداں مضر نہیں مگر خدا نورس میووں کو گلہریوں اور منگا ورطوں سے بچانے میں تصور نہ کرنا۔ نہیں تو نسل تباہ ہو جائے گی۔ مگر ہمارے دوست صاحب بہانہ ایسی ہی تحصیل کو گم بھاڑنے کا سواد جمع کرتے اور ہر مہینے بازاروں ہیں۔ سلامتی سے رفقائے کار بھی خواہ وہ مرد ہوں یا عورت اسی رنگ میں شرابور ہیں۔ ایسے رسالے زبان اردو کی ستیاناسی بھی ہوتی ہے اور اخلاق حسنہ کی پامالی بھی ساتھ ساتھ۔ اردو کو خیر مرتب ہی کے کریم تصحیح لغات مایہ ناز ہیں اُن پر وقوف کی کیفیت کہ پرستار روفا کے عنوان سے ایک خاتون صاحبہ نے پروانہ پر ایک نظم لکھی۔ اور پتنگ کو فارسی سمجھ کر نظم کر گئیں ؎

اے پتنگ بزم الفت مرحبا صد مرحبا

دوسرا مصرعہ

کہ مکھ ہے دیدۂ چشم عالمیان پتنگ

گویا ایڈیٹر صاحب کی شمع علمی میں پتنگے نہ تھے۔ بعل تو پتنگ پروانہ کے معنی میں مستعمل نہیں۔ پتنگ لکھنؤ کی دو دو شہر یک میں ہے۔ پروانہ کو گنوار پتنگا کہتے ہیں پتنگ نہیں بیٹے ایک الف بڑھا کے کہتے ہیں لہذا اُردو کہیں تب بھی غلط ہے۔ پتنگ فارسی میں سورج یا روشن دان کو کہتے ہیں۔ خدنگ، درنگ کے ہم وزن دیکھ کے خاتون نے اضافت بھی دے دی اور ایڈیٹر صاحب نے تحقیق لغات سے دستبرداری بھی کر لی۔ گویا ایڈیٹری بھی آسان شے ہے جس کے لیے کسی لیاقت یا تحقیق کی ضرورت ہی نہیں۔ ایک تیسرا

مصرعہ ۳ جس پر تقطیع سے میں کر گیا۔ مر بولا
گر گیا ہائے کوئی کیا کرے

خویش لاؤ میں غلیظ تُکمہ ار عزیز
کر ز کر کا چھنا دی پہنا ا ختی

مصرعہ ۴ بسم اللہ میں کی سو ختن میں شرکت
فرمایئے

بہ نسبت رشک کرو۔ عاشقان خستہ جاں
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

باقی بشرط حیات

وقف ——— ادبار ——— نقد

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

حضرت ضحک کی رباعی

امسال بی۔ اے میں کی پیٹھ جب ہوئی ہے جانچ
تحقیق کے غراروں سے اسکو لگی ہے آنچ
یوں ہی سفر سفر ہے پاس ہو ہے مسترشا
صاحب نے بھی لگائی ہے مجتی ہیں پانچ

غــزل

حُسن صبیح پر ترے زیب نہیں یہ زرتبی
چھوڑے ہوں جیسے ماش کے پی کے رہی ہوا دبی
کہتے ہو دل لیا نہیں دعوے دل غلط سہی
عقدے کھلیں گے دیکھنا پیش کرونگا جب ہی
ریش و بروت منڈا گئی خوب ہوا بلا ٹلی
اب نہ کہے گا سن و دراز کوئی زرا ابھی
سامنے اک رقیب کے آپ ہوئے بڑے خجل
تاؤ دیا جو عدل کے دست غرور تھا تھی
میں نے کہا کہ وعدۂ وصل تو پورا کیجیے
ہنس کے کہا کہ رہنے دو آج نہیں تو کل سہی
روزہ اُمید وصل کا خیر بت دیر سے کھلا
ہجر کی شب بس دیکھیے کٹتی ہے کیا سحر گئی

مصرعہ ثانی قافیہ نہیں ۔۔۔ اول ۔۔۔ مفتوح الاول آپ ۔۔۔
۔۔۔ ہو جاتا ہے ۔۔۔

سیکڑوں دل مثل گئے جوش تقریب پر قرار
دی ہے بتوں کو حسن نے خواب وداع عشق
دھو چوا یہ دل دیلینے سے کر گئے گریز
کہنے لگے کہ بس میاں کرتے پھر دو دکی ہی
ہیں وہ جو بر ملا اعتقاد یار نہیں ہے نام تک
کرتے ہیں ذکر جب مرا کہتے ہیں اے وہی ہی
تو بہ پیک کی طرح پھر گئے ہیں ہم برہنہ پا
پھر بھی ہما کے بال کا سر پہ ہے افسر شہی
میں نے کہا کہ خیر سے رکھتے ہیں آپ اتنا بڑا
کہنے لگے ڈھٹائی سے بات تو ہے میاں یہی
عشق میں آپ کے حضور ہو گئے سیکڑوں ٹری
جا گئے اُس سے جو کہ ہو دشمن عقل و آگہی
قافیہ گو کہ تنگ تھا پھر بھی رُکا نہیں قلم
مضحک زندہ دل سے سب کہتے ہیں کیا غزل کہی

نقد النقد

ریاست

دہلی سے زیر ادارت ریوان سنگھ صاحب مفتوں ایک ہفتہ وار پرچہ شائع ہوتا ہے۔ اس وقت کم و بیش سات نمبر ہم نے دیکھے۔ پرچہ ہر اعتبار سے اچھا ہے صاف طبع بھی ہے صاف گو بھی ہے۔ ہر سرورق پر کسی نہ کسی والی ریاست کی تصویر ہوتی ہے۔ ہندوستانی ریاستوں کے مظلوموں کی حمایت اور والیان ریاست کے حقوق کی حفاظت اسکے فرائض ہیں۔ ظاہر دونوں باتیں متضاد ہیں۔ مگر موقع پر تقدیری کشاکش غالباً کثرت کی جانب کھینچ لے جائے گی میدان ذرا بہتر ہے۔ نابھے کی ریاست نے اپنے حدود میں قدم رکھنے کی ممانعت کر دی ہے۔ دیگر خداوندان نعمت بھی جنکے گرد خوشامد خوروں کا مجمع رہتا ہے ناصح مشفق کی باتوں سے گھبرا اٹھینگے ضرور۔ ایک نائی سے کسی نے کہا میاں تم عجب طرح کے نائی ہو حجامت بناتے ہو اور آئینہ ندارد؟ نائی نے کہا ہم چغلخور کو اپنے پاس نہیں رکھتے۔
ریاست بھی آئینہ ہے جب کسی والی ریاست کے

عیب اسکے منھ پر کہے جائیں گے تو رئیس صاحب اپنی مونچھوں کے کونڈے بالوں کی بیحیائی کا الزام اسی آئینہ کے سر تھوپ دیں گے۔ بہر حال یہ پرچہ بہت اچھا اور سستا ہے۔ ۔۔۔ صفحہ ہوتے ہیں قیمت سالانہ ۔۔۔ (پانچ روپیہ)

اولڈ انڈیا

یہ ہفتہ وار پرچہ بھی دہلی سے نکلتا ہے۔ اسکا ظہور اسکے انتخاب لاجواب سے ملتا جلتا ہے زرق مسرت اعتقاد ہے کہ یہ ہفتہ بھر کے واقعات سے بحث کرتا ہے۔ اور مشاہیر عالم کے زیر عنوان اصلی و صحیح تصاویر شائع کرتا ہے۔ سنتے ہیں کہ انتخاب لاجواب بند ہو گیا اور اسکے بند ہونے کا بہتوں کو رنج ہے۔ بہتر ہے کہ لوگ اس پرچے کی قدر کریں۔ کاغذ لکھائی چھپائی متوسط درجہ کی ہے مقبول عام ہونے کی کافی صلاحیت رکھتا ہے۔ قیمت کا حال ڈھونڈھنے سے بھی دریافت نہ ہوا۔ منیجر اولڈ انڈیا دہلی سے خط و کتابت کیجیے۔

بعض ضروری امور کا اظہار

(۱) بعض حضرات ایک آدھ پرچہ نمونہ کے طور پر منگا لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ متانت بھی اور راگ بھی بوجہ مضمون نگاروں کی قابلیت اڈیٹر کی استعداد سے انھیں کافی واقفیت ہو گئی انکی رائے اکثر صحیح نہیں ہوتی۔

ہمارا قاعدہ ہے کہ فالتو پرچے دفتر میں بچ رہتے ہیں اُن کو نمونہ میں صرف کر ڈالتے ہیں۔ طالب نمونہ کو اس ایک پرچے میں اپنے مفید مطلب باتیں ملیں یا نہ ملیں اسکی پروا نہیں۔ لہذا کم از کم ایک سہ ماہی کے واسطے خریدار ہو جانا نمونہ طلب کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ اگر اس قلیل مدت میں ناظر کو ظرافت کے ساتھ اخلاقی علمی و ادبی فوائد محسوس ہوں اور چند مضمون بھی اسکے مذاق کے مطابق مل جائیں تو دام وصول۔ ورنہ پنچ بی بیزار نعمت کھائی ہو تو بخیر شما سلامت۔

(۲) نمونہ پسند آنے پر وی پی کی فرمائش خواہ مخواہ ڈاکخانہ کو سخاوت دکھانے کے مساوی ہے لہٰذا حضرت منی آرڈر بھیجیے کہ ہم انتظار وصول قیمت سے اور آپ انتظار ورود مولانا پنچ کی زحمت سے بچیں اور دو آنہ کی جگہ چار آنہ بھی صرف نہوں۔

۳۔ بعض قدردان دفتر سے ختم مدت خریداری کی اطلاع پر توجہ نہیں فرماتے جب پرچہ بند ہو جاتا ہے تو ناراض ہوتے ہیں کہ کیوں ہمارا اعتبار نہ کیا اب جتنے پرچے اس تمیس میں ناغہ ہو گئے سب اکٹھا بھیجو تاکہ فائل ناقص نہ رہے۔ ان کی تعمیل ارشاد صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ فالتو پرچے دفتر میں موجود ہوں۔

۴ جو پرچے ڈاکیوں کی نوازش سے گم ہو جائیں وہ صرف ۲ ہفتوں کے اندر دوبارہ بھیجے جا سکتے ہیں غصہ اور ظلم کی ضرورت نہیں اطلاعی پوسٹ کارڈ بھیجے اور پرچہ لیجیے۔

۵۔ اگر یہ پرچہ اودھ پنچ ملک کے لیے آپ کی رائے میں مفید ہے تو خود خریدار ہو جانے سے ہماری قدر دانی لازم نہیں بلکہ اپنے احباب میں اسکی اشاعت کی تاکید کوشش بھی لازم ہے۔ خیر الناس من ینفع الناس۔

منیجر

[illegible] بیماری کا علاج خود کر لو

[illegible] کتاب مجربات حکیمی [illegible] علاج [illegible] صرف [illegible] نایاب نسخے [illegible] تیار [illegible] قیمتی کتاب [illegible] محصول۔

مفت لو [illegible] مجرب [illegible] المشتہر منیجر [illegible] مطب حکمت علی گڈھ شہر (یو پی)

مُفت نمونہ

منگوا کر دیکھو

کمہ بلاس پان میں کھانے کا مسالہ پان میں کھا کر دیکھو میں نئی چیز ہے اسکی صفت کو آزما کر دیکھو قیمت

بڑی ڈبی ۸ اور چھوٹی ۴ فی درجن۔

پنڈت پیارے لال شکل ہولا گنج کانپور

شرائط ایجنسی

(۱) روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائے گی۔

(۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔ علاوہ ملک حالتوں کے پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) مجلدات اودھ پنچ ۱۹۲۳ء کی چند ہی جلدیں جمع ہو سکیں مشتاقین جلد طلب فرمائیں قیمت فی جلد ۶ مع محصولڈاک

(۲) جلد ۱۹۲۳ء کے دو نمبر ایسے نمبروں میں انتخاب دلچسپ بہترین نمونہ موجود ہیں ظریفانہ مضامین کے مشتاقین کو فوراً طلب کرنا چاہیے فی نمبر ۸ علاوہ محصولڈاک۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سورج مارکہ

جرمنی خضاب ۲۲۹

اس سے بہتر خضاب روئے زمین پر ایجاد نہیں ہوا ہر صفت موصوف ہے

سفوف اور ٹکیہ

قیمت فی شیشی ۱ فی بکس ٹکیہ ۸ ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر نمونہ مفت طلب فرمائیے۔

المشتہر

لکھنؤ کا ایجنٹ پالن جی بڑھمن بھائی امین آباد لکھنؤ